تعارفِ قرآن وحدیث

تعارفِ قرآن

قرآن مجید کی تعریف:

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہے جو آخری پیغمبر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر تیئیس سال کی مدت میں آہستہ آہستہ حالات وضرورت کے پیشِ نظر نازل ہوتی رہی۔ یہ نہایت ہی پاکیزہ اور مقدس کتاب ہے۔ جس میں سب انسانوں کے لیے ہدایت کا پیغام ہے۔ قرآن حکیم کے علاوہ بھی چند دیگر آسمانی کتابیں ہیں جو پہلے زمانے میں رسولوں پر نازل ہوئیں مثلاً تورات، زبور اور انجیل۔ اس کے علاوہ صحیفے بھی ہیں جو دوسرے پیغمبروں پر نازل ہوئے۔ سب آسمانی کتابوں میں بنیادی تعلیمات مثلاً توحید، شرک، اخلاق وعبادات سے متعلق احکامات مشترک رہے ہیں۔ مگر وہ تمام سابقہ کتابیں ایک خاص دور کے لیے تھیں۔ یہ چونکہ پوری دنیائے انسانیت کے لیے نہ تھیں اس لیے ان کے اکثر احکام بھی ایک خاص وقت کے لیے تھے۔ جو دوسرے زمانے کے لیے قابلِ عمل نہ تھے۔ مگر قرآن مجید ایک ایسی جامع کتاب ہے جو زندگی کے ہر شعبہ میں رہنمائی کرتی ہے اور اس کی یہ رہنمائی کسی خاص وقت اور قوم کے لیے نہیں بلکہ قیامت تک کی تمام دنیائے انسانیت کے لیے ہے۔ قرآن مجید آخری پیغمبر حضرت محمد ﷺ پر نازل ہونے والی آخری کتاب ہے اس کے بعد کسی دوسری کتاب کے نزول کی کوئی گنجائش نہیں۔

قرآن مجید کے اسماء:

قرآن مجید کے اسماء کے بارے میں علماء کے کئی اقوال ہیں جن میں سے ''کتاب البرہان'' کا بیان بھی ہے کہ قرآن کریم کے پچپن (55) نام ایسے ہیں جو خود آیاتِ قرآنیہ سے ماخوذ ہیں۔ ان میں سے چند اسماء مبارکہ مندرجہ ذیل فہرست میں مذکور ہیں۔

1۔ الکتاب : دنیا کی تمام کتابوں میں ''کتاب'' کہلانے کا مستحق صرف قرآن مجید ہی ہے۔

2۔ الفرقان : سچ اور جھوٹ میں فرق کرنے والی کتاب۔

3۔ نور : روشنی اور ہدایت دکھانے والی کتاب۔

4۔ شفاء : روحانی شفاء اور پیغامِ صحت کی کتاب۔

5۔ تذکرہ : عبرت ونصیحت کا سامان رکھنے والی کتاب۔

6۔ العلم : یہ کتاب سراپا علم ومعرفت ہے۔

7۔ البیان : اس کتاب کی ہر تعلیم وضاحت سے پیش کی جاتی ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی چند صفات کا بھی بیان فرمایا ہے۔ مثلاً

حکیم	:	حکمت والا۔	مجید	:	بزرگ۔
مبارک	:	بابرکت۔	العزیز	:	زبردست عزت والا۔
مبین	:	ہدایت کو واضح کرنے والا۔	کریم	:	کرامت اور بزرگی والا۔

اس کتاب کی خوبیوں کا کوئی اندازہ نہیں کر سکتا۔ اس کے مضامین و مطالب کی کوئی حد نہیں۔ کوئی شخص بھی جس کے دل میں ہدایت کی سچی تڑپ ہو وہ اپنے فہم کے مطابق اس سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔

قرآن مجید کا نزول:

حضرت محمد ﷺ کی عمر جب چالیس سال کی تھی تو آپ ؐ پر قرآن مجید کا نزول شروع ہوا۔ عمر کے اس حصے میں آپ ؐ زیادہ تر تنہائی میں رہتے تھے۔ آپ ؐ عبادت کی خاطر غار حرا میں تشریف لے جاتے۔ ایک بار جب آپ ؐ غار میں مصروف عبادت تھے تو اچانک جبرئیل امین غار کے دہانے پر تشریف لائے اور کہا کہ حضرت محمد ﷺ پڑھیے ' آپ ؐ نے فرمایا کہ میں پڑھا لکھا نہیں۔ تین بار یہی سوال و جواب ہوتا رہا۔ چوتھی بار جبرئیل امینؑ نے آپ ؐ کو پکڑ کر دبایا اور چھوڑ دیا اس کے بعد سورۂ علق کی ابتدائی پانچ آیات پڑھیں۔

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۝
الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ ۝ (سورۃ العلق: 1 تا 5)

ترجمہ: پڑھ اپنے رب کے نام سے جو سب کا بنانے والا ہے۔ بنایا آدمی کو جمے ہوئے لہو سے' پڑھ اور تیرا رب بڑا کریم ہے۔ جس نے علم سکھایا قلم سے' سکھایا آدمی کو جو وہ نہ جانتا تھا۔

وحی کی ابتدا آپ ؐ پر بوجھ ثابت ہوئی۔ آپ ؐ پر کپکپی طاری ہو گئی، اور آپ ؐ سیدھے اپنے گھر تشریف لے آئے آپ ؐ نے اپنی زوجہ محترمہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کو سارا واقعہ سنایا۔ آپ ؐ کی اطاعت شعار زوجہ محترمہ نے آپ ؐ کو ان الفاظ میں تسلی دی۔ '' آپ کو اللہ تعالیٰ ہرگز ناکام نہ کرے گا۔ آپ رشتہ داروں کو باہم جوڑتے ہیں۔ آپ لوگوں کی مشکلات کا بوجھ برداشت کرتے ہیں۔ آپ فقیروں کو مال عطا کرتے ہیں اور مہمان نواز ہیں'' حقیقت میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے یہ الفاظ ہم سب مسلمانوں کے لیے درس کا کام دیتے ہیں۔ اگر ہم میں سے کوئی ان خوبیوں کو اختیار کرے تو اسے یقین رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ اسے عملی زندگی میں ناکام نہیں کرے گا بلکہ اسے مشکلات سے نجات دے گا۔

قرآن پاک کی سورتوں کی خصوصیات

(ا) مکی سورتوں کی خصوصیات:

حضور اکرم ﷺ نے مکے میں تیرہ سال گذارے اس دوران آپ ؐ کو بے حد مشکلات کا مقابلہ کرنا پڑا' کیونکہ اپنے جانے پہچانے لوگ جن سے آپ ؐ کو امید تھی کہ وہ آپ ؐ کی دعوت سن کر آپ ؐ پر ایمان لائیں گے' بیگانے ہو گئے۔ انھیں توحید کی دعوت سننا گوارا نہ تھا اس لیے کہ وہ شرک کی بیماری میں مبتلا تھے۔ انھوں نے نہایت سوچ بچار کے بعد یہ فیصلہ کیا کہ وہ آپ ؐ کی دعوت حق کو نہیں مانیں گے' اور آپ ؐ کی مخالفت' جس قدر ان سے ہو سکے گی کریں گے۔ چنانچہ اس مخالفت میں وہ لوگ آپ ؐ کی راہ میں کانٹے بچھاتے۔ آپ ؐ جب قرآن پڑھتے تو درمیان میں چیختے چلاتے تاکہ لوگ قرآن نہ سن سکیں۔ جو اللہ کے بندے آپ ؐ پر ایمان لاتے تھے انھیں مارتے پیٹتے۔ یہ تیرہ سال کا زمانہ انتہائی مشکلات و مصائب کا زمانہ تھا۔ اس دور میں قرآن کا جو حصہ نازل ہوا اس میں آپ ؐ کو صبر کی تلقین کی گئی۔ اس کے ساتھ ہی توحید و رسالت اور

آخرت کے مضامین بھی بیان کیے گئے ہیں۔ مکہ معظمہ میں تیرہ سال گزارنے کے بعد آپ کو مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرنے کا حکم ہوا۔

(ب) مدنی سورتوں کی خصوصیات:

ہجرت کے بعد آپ جب مدینے تشریف لائے تو صورتِ حال مختلف تھی۔ آپ کی تشریف آوری سے قبل ہی آپ کی دعوتِ حق یہاں پہنچ گئی تھی۔ اور مدینے کے کچھ لوگ مسلمان ہو گئے تھے۔ ہجرت کے بعد جب مسلمانوں کی ایک مختصر جماعت آپ کی رہنمائی میں مکہ معظمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچی تو آپ نے مہاجرین و انصار کی مدد سے ایک اسلامی ریاست قائم فرمائی۔ اس دوران نئی نئی ضروریات کے پیشِ نظر جو سورتیں اور آیات نازل ہوئیں ان میں معاشرتی، معاشی، سیاسی قسم کے مسائل کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال خرچ کرنے کی فضیلت، عدل و احسان کا حکم، تجارت میں لین دین کے احکام اور جہاد کی فرضیت کا حکم نازل ہوا۔ عبادات میں روزہ، زکوٰۃ اور حج بھی فرض ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں دس سال گزارے۔ اس دوران میں مختلف موقعوں پر قرآن مجید کی آیات اور سورتیں نازل ہوتی رہیں۔ اسی زمانے میں مسلمانوں کی کفار سے لڑائیاں بھی ہوئیں۔ سب سے پہلے جو لڑائی کفار سے ہوئی اُسے غزوۂ بدر کہتے ہیں، سب سے آخر میں غزوۂ تبوک کا واقعہ پیش آیا۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری حج:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دس ہجری میں آخری حج ادا کیا۔ جسے حجۃ الوداع کہتے ہیں۔ گذشتہ تئیس سال کی مدت میں آپ کی بعثت کا کام مکمل ہو گیا تھا۔ آپ کے ہاتھوں دین و شریعت کی تکمیل ہو گئی۔ آپ نے عملاً ایک اسلامی ریاست قائم کر کے مسلمانوں کی رہنمائی کا حق ادا کر دیا۔ آپ نے اس آخری حج کے دوران میدانِ عرفات میں ایک خطبہ ارشاد فرمایا جو نہایت ضروری احکام اور نصیحتوں پر مشتمل ہے۔ آپ نے صحابہؓ کی بہت بڑی تعداد کو مخاطب کر کے فرمایا۔ اَلَا هَلْ بَلَّغْتُ، آگاہ رہو کیا میں نے دین کے احکام پہنچا دیے؟ سب نے جواباً عرض کیا۔

قَالُوْا نَعَمْ قَدْ بَلَّغْتَ الرِّسَالَةَ وَاَدَّيْتَ الْاَمَانَةَ وَنَصَحْتَ الْاُمَّةَ

ترجمہ: وہ بولے ہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے پیغام پہنچا دیا، امانت ادا کر دی، اور امت کو نصیحت فرما دی۔

آپ کا یہ خطبہ ظاہر کر رہا تھا کہ اب آپ اپنا کام مکمل کر کے دنیا کو چھوڑنے والے ہیں۔ اسی خاطر آپ نے اتنی بڑی تعداد میں مسلمانوں کو آخری بار خطاب فرمایا۔ اس کے بعد آپ پر وحی نازل ہوئی جس میں دین کے مکمل ہونے کا اعلان تھا۔

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا (سورۃ المائدۃ:3)

ترجمہ: آج میں پورا کر چکا تمھارے لیے دین تمھارا اور پورا کیا تم پر میں نے احسان اپنا اور پسند کیا میں نے تمھارے واسطے اسلام کا دین۔

اس آیت کے نازل ہونے کے تھوڑے عرصہ بعد آپ دنیا سے تشریف لے گئے۔ رحلت سے قبل آپ نے امت کو قرآن مجید کے بارے میں خصوصی وصیت فرمائی کہ اسے میں تمھارے درمیان چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ اسے مضبوطی سے پکڑنا۔ اس لحاظ سے ہم سب مسلمانوں پر لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اس آخری کتاب کے احترام کے ساتھ ساتھ اس کی ہدایات پر بھی عمل کریں۔

قرآن مجید کی سورتیں اور آیات:

قرآن مجید ایک سو چودہ سورتوں پر مشتمل ہے۔ اور ہر سورت جملوں پر مشتمل ہے جن کو آیات کا نام دیا گیا ہے۔ یہ آیت کی جمع ہے۔ آیت کے معنی نشانی کے ہیں۔ گویا ہر آیت اللہ تعالیٰ کے کسی ابدی قانون کے لیے ایک نشانی کا درجہ رکھتی ہے۔ اس میں سورۃ توبہ کے سوا ہر سورۃ کے شروع میں

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ لکھا ہوا ہے۔ قرآن مجید کی سورۃ بقرۃ سب سے بڑی اور سورۃ الکوثر سب سے چھوٹی ہے جس کی صرف تین آیات ہیں۔ سارے قرآن مجید کی سات منزلیں ہیں۔ یہ منزلیں اس لیے مقرر کی گئی ہیں تاکہ جو لوگ ہفتے میں قرآن ختم کرنا چاہیں ان کے لیے آسانی رہے۔

قرآن مجید کی حفاظت:

قرآن مجید کی حفاظت کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَ اِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوۡنَ ○ (سورۃ الحجر: 9)

ترجمہ: ہم نے خود اتاری ہے یہ نصیحت اور ہم خود اس کے نگہبان ہیں۔

اس آیت میں تین باتیں ارشاد فرمائی گئی ہیں:

اول یہ کتاب اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی۔ یعنی معمولی درجہ کی کتاب نہیں، بلکہ سب سے بلند و بالا ہستی نے، جو تمام قوتوں کا مالک ہے، انسانوں کی راہنمائی کے لیے اسے نازل فرمایا ہے۔

دوم یہ کتاب ذکر ہے۔ ذکر کے معنی نصیحت کے ہیں۔ یعنی یہ کتاب لوگوں کی نصیحت اور بھلائی کی خاطر نازل کی گئی ہے۔ تیسری بات یہ ارشاد فرمائی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خود ہی اس کتاب کی حفاظت کا ذمہ اٹھایا ہے۔ یعنی اس کتاب کو قطع و برید اور تحریف سے ہمیشہ کے لیے محفوظ کر دیا گیا ہے۔ برخلاف دوسری آسمانی کتابوں کے کہ وہ تحریف کے عمل سے بچ نہیں سکیں۔ یہ حقیقت ہے کہ قرآن جس شان سے اترا ہے بغیر کسی تبدیلی کے اب بھی اپنی اصل حالت میں موجود ہے۔ اگرچہ اس کے نازل ہونے کے بعد سے اس وقت تک بڑی مدت گزر چکی ہے اس کی زبان، فصاحت و بلاغت اور اصول و احکام اپنی جگہ قائم ہیں۔ مزید یہ کہ زمانہ کتنا ہی گزر جائے اور تقاضے اور ضروریات کتنی ہی بدل جائیں لیکن قرآن ہر زمانے کی ضرورت کے ساتھ ساتھ انسان کی رہنمائی کرتا ہے۔ سلطنتیں اور حکومتیں قرآن کو دبانے کی کتنی ہی کوشش کریں اس کی آواز دب نہیں سکتی۔ غرضیکہ حفاظتِ قرآن کا وعدۂ الٰہی ایسی صفائی اور حیرت انگیز طریقے سے پورا ہو کر رہا کہ اس کے مقابل بڑے بڑے مخالفوں کے سرنیچے ہو کر رہے۔ اپنے تو اپنے رہے، غیروں نے بھی اس حقیقت کا اعتراف کیا۔ ایک دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

لَا تُحَرِّکۡ بِہٖ لِسَانَکَ لِتَعۡجَلَ بِہٖ ۞ اِنَّ عَلَیۡنَا جَمۡعَہٗ وَ قُرۡاٰنَہٗ ۞

فَاِذَا قَرَاۡنٰہُ فَاتَّبِعۡ قُرۡاٰنَہٗ ۞ ثُمَّ اِنَّ عَلَیۡنَا بَیَانَہٗ ۞ (سورۃ القیمۃ: 19-16)

ترجمہ: اس وحی کو جلدی جلدی یاد کرنے کے لیے اپنی زبان کو حرکت نہ دو۔ اس کو یاد کرا دینا اور پڑھوا دینا ہمارے ذمہ ہے۔ لہٰذا جب ہم اسے پڑھ رہے ہوں اس وقت آپ اس کی قراءت کو غور سے سنتے رہیں پھر اس کا مطلب سمجھا دینا بھی ہمارے ہی ذمہ ہے۔

خود حضرت محمد ﷺ نے اس کو یاد کرنے اور لکھنے کا اہتمام فرمایا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرات صحابہؓ کی بڑی تعداد حافظِ قرآن تھی۔ اس کے علاوہ قرآن مجید پتھر کی سلوں، کھجور کے پتوں، اونٹ کے شانہ کی ہڈی پر مختلف اجزاء کی صورت میں لکھا ہوا موجود تھا۔

قرآن مجید کی ترتیب:

قرآن مجید کی موجودہ ترتیب توقیفی ہے۔ یعنی خود حضرت محمد ﷺ نے حکم الٰہی کے مطابق اس کی ترتیب کا اہتمام فرمایا۔ جب کوئی

سورت نازل ہوتی تو آپ خود کاتبانِ وحی سے فرمایا کرتے تھے کہ اس سورت کو فلاں فلاں سورت کے شروع یا آخر میں درج کردو۔ اور کبھی آیات نازل ہوتیں تو آپ خود فرمایا کرتے تھے ان کو فلاں فلاں سورت میں درج کردو۔ ان باتوں کی موجودگی میں مسلمانوں کا ہمیشہ یہ عقیدہ رہا ہے کہ یہ ترتیب توقیفی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتبانِ وحی میں چند حضرات صحابہؓ کا ذکر ملتا ہے۔ جن میں خلفاء اربعہ بھی ہیں۔

عہدِ صدیقی میں قرآن مجید کی جمع آوری اور تدوین:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ میں اگرچہ قرآن حکیم پوری ایک کتاب کی صورت میں نہ تھا۔ بلکہ مختلف چیزوں پر لکھا ہوا موجود تھا۔ اسے ایک کتاب کی صورت میں مدوّن کرنے کی ضرورت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ہوئی۔ آپؓ کی خلافت کے دور میں مسلمانوں کی جنگ مسیلمہ کذاب کے ساتھ ہوئی جس نے جھوٹی نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔ چنانچہ اس کی سرکوبی کے لیے آپؓ نے ایک لشکر بھیجا جس میں اکثر حفاظِ قرآن بھی تھے۔ اس جنگ میں بیشتر حفاظِ قرآن شہید ہوئے۔ اگرچہ مسلمانوں کو فتح ہوئی تاہم مرکزِ خلافت میں اس خطرہ کے پیشِ نظر کہ کہیں حفاظِ قرآن کے شہید ہو جانے سے قرآن مجید ضائع نہ ہو جائے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس کی تدوین کا کام مشہور قاری و حافظ صحابی حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے سپرد کیا جو عہدِ رسالت میں اکثر و بیشتر کتابتِ وحی کی خدمت انجام دیا کرتے تھے جس کو انھوں نے نہایت محنت سے بڑی خوبی کے ساتھ تکمیل کو پہنچا دیا۔ پھر قرآن کریم کا یہ نسخہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس رہا اور آپ کی وفات پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آگیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی تحویل میں آگیا۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے عہدِ خلافت میں ام المومنینؓ سے اس مصحف کو منگوا کر اس کی متعدد نقلیں اپنی نگرانی میں تیار کرائیں اور تمام قلمروِ خلافت میں اس کے نسخے بھجوا دیے۔

قرآن کا اندازِ بیان:

قرآن کا اندازِ بیان بے حد پیارا اور دلکش ہے۔ جب یہ پڑھا جاتا ہے تو ہر کوئی سننے کے لیے اس کی طرف مائل ہو جاتا ہے۔ اس کلام میں بلا کی تاثیر ہے یہ دل کی گہرائیوں میں اترتا ہے۔ اس کے چھوٹے چھوٹے جملوں میں بے شمار معانی و مطالب پوشیدہ ہیں۔ اسی خاطر شروع سے تفسیر کرنے والوں نے اس کی تفسیر لکھنے میں عمریں خرچ کر ڈالیں اور یہ سلسلہ برابر چلتا جا رہا ہے۔ قرآن کا اندازِ بیان دنیا کی تمام دوسری کتابوں سے بالکل جدا ہے۔ یہ براہِ راست انسان کو خطاب کرتا ہے۔ اور اسے سیدھی راہ کی طرف بلاتا ہے۔ یہ کتاب ہر قسم کی خامیوں سے پاک سمجھی گئی ہے اور اس کی تلاوت شروع سے مسلمان کثرت سے کرتے آئے ہیں۔ یہ دلیل ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا برحق کلام ہے۔ اور اس میں کسی قسم کی تبدیلی ممکن نہیں۔

قرآن مجید کی خوبیاں:

قرآن مجید میں ایسی خوبیاں موجود ہیں جن کے سبب یہ کتاب زندہ جاوید بن گئی ہے۔ اگرچہ ان تمام خوبیوں کا شمار ناممکن اور محال ہے۔ تاہم چند خوبیوں کا ذکر یہاں کیا جاتا ہے:

1۔ قرآن مجید ایک سچی کتاب ہے۔ اس کی دعوت اور اس کا پیغام بھی سچائی سے بھر پور ہے۔ اس کے دلائل نہایت مضبوط اور مستحکم ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

الٓرٰ كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ ۝ (سورۃ ھود: 1)

ترجمہ: یہ ایک کتاب ہے جس کی آیتیں حکمت بھری ہیں پھر حکمت والے خبردار کی طرف سے کھول کر بیان کی گئیں۔

چونکہ دلائل نہایت مضبوط ہیں اور سچائی کی طرف رہنمائی کرتے ہیں اس لیے تضاد سے پاک ہیں۔ اس کے مضامین میں ذرہ بھر بھی اختلاف نہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا ۝ (سورۃ النساء: 82)

ترجمہ: اور اگر یہ ہوتا کسی اور کا سوائے اللہ کے تو ضرور پاتے اس میں بہت تفاوت۔

2۔ اس کتاب نے ان افراد اور اقوام کی کامیابی کی ضمانت دی ہے جو سچے دل سے اس پر ایمان لاتے ہیں اور اس کے احکام پر عمل کرتے ہیں۔ بلکہ ان کے لیے یہ کتاب اس جہان میں بھی شرف و امتیاز کا وعدہ کرتی ہے۔ اس حقیقت کو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے یوں ارشاد فرمایا:

''اللہ تعالیٰ اس کتاب کے ذریعے کتنی ہی قوموں کو بلندی بخشے گا اور کتنوں کو پست کرے گا۔'' (صحیح مسلم)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زندگی کو ہی لیجئے اس کتاب ہدایت کا اثر تھا جس نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زندگی کو یکسر بدل دیا۔ وہ عمر رضی اللہ عنہ جو اپنے باپ خطاب کی بکریاں چرایا کرتے تھے اور ان کے باپ انھیں جھڑکا کرتے تھے۔ یہ قوت و عزم میں قریش کے متوسط لوگوں میں سے تھے۔ یہ وہی عمر رضی اللہ عنہ ہیں جو اسلام قبول کر لینے کے بعد تمام عالم کو اپنی عظمت و صلاحیت سے متحیر کر دیتے ہیں اور قیصر و کسریٰ کو تاج و تخت سے محروم کر دیتے ہیں اور ان کے مقابل ایک ایسی اسلامی سلطنت کی بنیاد ڈالتے ہیں جو دونوں حکومتوں پر حاوی ہے۔ تدبیر سلطنت میں ہمیشہ کے لیے وہ رہنما اصول مقرر کرتے ہیں جن پر ساری دنیا فخر کرتی ہے۔ اتنی بڑی سلطنت کے سربراہ ہونے کے باوجود ورع و تقویٰ میں بے مثل ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ جو شخص جس قدر اس کتاب کے قریب ہوگا اسی قدر اسے شرف و امتیاز نصیب ہوگا اور اس کے مقابل جو شخص جس قدر اس کتاب کی تعلیمات سے روگردانی کرے گا اسی قدر وہ ذلت و خواری کا شکار ہوگا۔ علامہ اقبالؒ نے اپنی مشہور نظم ''شکوہ'' میں مسلمانوں کی موجودہ ذلت و خواری کا اس طرح نقشہ کھینچا ہے:

کیوں مسلمانوں میں ہے دولتِ دنیا نایاب
تیری قدرت تو ہے وہ جس کی نہ حد ہے نہ حساب
تو جو چاہے تو اٹھے سینۂ صحرا سے حباب
رہرو دشت ہو سیلی زدۂ موجِ سراب

طعنِ اغیار ہے، رُسوائی ہے، ناداری ہے
کیا تیرے نام پہ مرنے کا عوض خواری ہے؟

اس کے بعد علامہ اقبالؒ نے "جواب شکوہ" میں مسلمانوں کی پستی کی وجہ خود ہی یوں بیان فرمائی ہے:

ہر کوئی مست مے ذوقِ تن آسانی ہے
تم مسلماں ہو؟ یہ اندازِ مسلمانی ہے؟
حیدریؓ فقر ہے، نے دولتِ عثمانیؓ ہے
تم کو اسلاف سے کیا نسبتِ روحانی ہے؟

وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہو کر
اور تم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر

ان اشعار میں علامہ اقبالؒ نے مسلمانوں کی موجودہ پستی کا واحد سبب قرآن سے علیحدگی کو قرار دیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر آج بھی مسلمان مل کر قرآن کی راہ پر چلیں تو وہ پہلی عزت وشرافت یقیناً آج بھی انھیں نصیب ہو سکتی ہے۔

3۔ تربیت وتزکیہ کے لحاظ سے اس کتاب میں بلا کی خوبی ہے۔ اس کی تربیت سے انسانی قلب ودماغ، جذبات وخواہشات، رجحانات ومیلانات اور سیرت وکردار کا بخوبی تزکیہ ہوتا ہے، جس کی بدولت انسان اخلاقی فضائل اپنے اندر پیدا کرتا ہے اور پھر اس کی ہر بات دل میں اتر جاتی ہے۔ اس کی تلاوت سے جہاں قلب میں خشوع وخضوع پیدا ہوتا ہے وہاں عزم ویقین کی دولت بھی نصیب ہوتی ہے۔

قرآن مجید کی تاثیر:

قرآن مجید چونکہ کلامِ الٰہی ہے اس لیے اس میں پڑھنے والوں کے لیے بلا کی تاثیر رکھ دی گئی ہے۔ اس تاثیر کا اندازہ قرآن مجید کی اس آیت سے ہوتا ہے۔

لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ؕ (سورۃ الحشر: 21)

ترجمہ: اگر ہم اتارتے یہ قرآن ایک پہاڑ پر تو تو دیکھ لیتا کہ وہ دب جاتا پھٹ جاتا اللہ کے ڈر سے۔

یہ اسی تاثیر کا سبب ہے کہ ایک مومن اس کی تلاوت کے دوران ایک عجیب کیفیت اپنے دل میں محسوس کرتا ہے۔ یہی دراصل ایمانی کیفیت ہے، جو تعلق باللہ میں استواری اور قرآنی تعلیمات کو اپنے اندر جذب کرنے کا باعث بنتی ہے۔ حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ صحابہؓ سے قرآن مجید سنتے اور اس موقع پر آپ پر رقت کی عجیب کیفیت طاری ہو جاتی۔ اس بارے میں ایک حدیث ذیل میں درج کی جاتی ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے مجھے فرمایا کہ مجھے قرآن سناؤ۔ میں نے عرض کی اے اللہ کے رسول! میں آپ کو قران سناؤں؟ حالانکہ آپ پر قرآن نازل ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا میں اوروں سے قرآن سننا پسند کرتا ہوں۔ چنانچہ میں سورۃ النساء پڑھنے لگا۔ جب میں اس آیت پر پہنچا۔

فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ ۢ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا ۞ (سورۃ النساء: 41)

ترجمہ: پھر کیا حال ہوگا جب بلاویں گے ہم ہر امت میں سے احوال کہنے والا اور بلاویں گے تجھ کو ان لوگوں پر احوال بتانے والا۔

تو آپ نے فرمایا۔ اب بس کرو۔ میں نے آپ کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا تو آپ کی آنکھیں اشکبار تھیں۔ قرآن کی تلاوت کے دوران

صحابہؓ کی کیا کیفیت ہوتی تھی؟ اس بارے میں مشہور مفسر ''ابن کثیر'' اپنی تفسیر میں یوں لکھتے ہیں:

''وہ نہ چیختے تھے اور نہ تکلفات سے کام لے کر کسی مصنوعی کیفیت کا مظاہرہ کرتے تھے بلکہ وہ ثبات و سکون ادب و خشیت میں اس قدر ممتاز تھے کہ ان صفات میں ان کی کوئی برابری نہ کر سکا۔'' (تفسیر ابن کثیر جلد 4 صفحہ 51)

مومن کا دل تلاوتِ قرآن کے وقت جہاں کانپ اٹھتا ہے اس کے ساتھ اس کے دل میں سکون کی کیفیت بھی طاری ہوتی ہے۔ گویا بدن اور دل کے نرم پڑنے کا مطلب ہی سکون کا حاصل ہو جانا ہے، جو رحمتِ الٰہی کے نزول کا نتیجہ ہے۔ کیونکہ قرآن و حدیث سے ثابت ہے کہ تلاوتِ قرآن کے وقت سکون و رحمت کا نزول ہوتا ہے اس لیے اس وقت رحمتِ الٰہی کا امیدوار بننے کے لیے قرآن مجید کو توجہ اور خاموشی سے سننے کا حکم دیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ○ (سورۃ الاعراف: 204)

ترجمہ: اور جب قرآن پڑھا جائے تو اس کی طرف کان لگائے رہو اور چپ رہو تاکہ تم پر رحم ہو۔

یعنی اللہ تعالیٰ کی رحمت کے امیدوار یہی لوگ ہیں جو قرآن مجید کو توجہ سے سنتے ہیں۔ تاکہ اس کے ذریعے ان کے دلوں میں اتر جائے۔

تعارفِ حدیث

حدیث کے معنی:

قرآن کریم دینِ فطرت کی آخری اور مکمل کتاب ہے جو حضرت خاتم النبیین ﷺ پر نازل کی گئی اور آپ ﷺ کو اس کتاب کا مبلغ اور معلم بنا کر دنیا میں مبعوث کیا گیا۔ چنانچہ آپ نے اس کتابِ الٰہی کو اول سے آخر تک لوگوں کو سنایا، لکھوایا، یاد کرایا اور بخوبی سمجھایا اور خود اس کے جملہ احکامات و تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر امت کو دکھایا۔ حضور ﷺ کی حیاتِ طیبہ حقیقت میں قرآن مجید کی قولی اور عملی تفسیر و تشریح ہے۔ اور آپ کے انہی اقوال اور احوال کا نام حدیث ہے۔ عربی زبان میں لفظ ''حدیث'' وہی مفہوم رکھتا ہے جو ہم اردو میں گفتگو کلام یا بات سے مراد لیتے ہیں چونکہ حضور ﷺ گفتگو اور بات کے ذریعے سے پیامِ الٰہی کو لوگوں تک پہنچاتے، اپنی تقریر اور بیان سے کتاب اللہ کی شرح کرتے اور خود اس پر عمل کر کے اس کو دکھلاتے تھے۔ اسی طرح جو چیزیں آپ کے سامنے ہوتیں اور آپ ان کو دیکھ کر یا سن کر خاموش رہتے تو اسے بھی دین کا حصہ سمجھا جاتا تھا۔ کیونکہ اگر وہ امور منشاء دین کی منافی ہوتے تو آپ یقیناً ان کی اصلاح کرتے یا منع فرماتے۔ اس لیے ان سب کے مجموعے کا نام احادیث قرار پایا۔

حدیث کی دینی حیثیت:

حدیث شریف کا دین میں کیا درجہ ہے؟ اس کو ذہن نشین کرنے کے لئے حضرت محمد ﷺ کی حسب ذیل حیثیات کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے، جن کو قرآن پاک نے نہایت صراحت کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔

1۔ آپ ﷺ کی ذاتِ قدسی صفات میں ہر مومن کے لیے اسوۂ حسنہ ہے۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا ○ (سورۃ الاحزاب: 21)

ترجمہ: تحقیق تمہارے لیے رسول اللہ کی زندگی میں بہترین نمونہ موجود ہے یعنی اس کے لیے جو ڈرتا ہو اللہ اور روزِ آخرت سے اور ذکرِ الٰہی کثرت سے کرتا ہو۔